سیر البلاد خادم

انیسویں صدی میں ایک ہندوستانی کا سفرنامۂ بلادِ عرب و عجم

ڈاکٹر عارف نوشاہی ☆

Abstract

Syed Imam Bakhsh Azim Abadi visited various Muslim Countries in his three travels during the years 1227/1812; 1229/1814 and 1234/1819. He compiled details of these travels under the title Siyar al-Bilad Khadim, in three volumes. The narrative provids an interesting account of the cultural, religious and academic conditions in the areas which are now known as U.A.E (some sea ports), Saudi Arabia, Iraq and Iran. The only extant complete manuscript of this work is available in the Malik Abdul Aziz Library Madinah. This article attempts to introduce the author and his work, for the first time.

☆☆☆☆☆

DMHL

[راقم السطور کو اگست ۲۰۰۵ء میں روضۂ رسول ﷺ مدینۂ منورہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ کچھ وقت وہاں مکتبۂ ملک عبدالعزیز میں مخطوطات دیکھنے میں صرف ہوا۔ اس پر ایک جداگانہ مقالہ پہلے پیش کر چکا ہوں۔(۱) اُس مقالے میں سیر البلاد خادم سے متعلق مختصراً لکھا تھا اور اس پر علیحدہ مقالے لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ہجوم کار کی وجہ سے میں اسے فراموش کر چکا تھا۔ تاآنکہ اب ہمارے محترم دوست، ڈاکٹر عطا خورشید صاحب، مہتمم شعبۂ تحائف، آزاد کتب خانہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ایک خط کے ذریعے مجھے یہ وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اپنے سفر کی یادداشتیں نکالیں اور ان کی مدد سے اب یہ مقالہ تیار ہوا جو ڈاکٹر عطا خورشید صاحب کی نذر ہے۔]

قلمی نسخہ

سیر البلاد خادم، مکتبۂ ملک عبدالعزیز کے ذخیرۂ عارف حکمت(۲) میں رقم ۹۰۲/۷۸ کے تحت محفوظ ہے۔ یہ نسخہ بخط مصنّف، ۵۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک ہندوستانی کا یہ سفر نامہ، جس کی کوئی دوسری

☆ ادارہ معارف نوشاہیہ، ماڈل ٹاؤن ہمک، اسلام آباد

نقل ہند و پاکستان میں ہمارے علم میں نہیں ہے[۳]، کیوں کر مدینۂ منورہ میں موجود ہے؟ اس کا جواب خود مصنّف کی ایک تحریر سے مل جاتا ہے اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیرالبلاد خادم کا مفصّل تعارف درج کرنے سے پہلے یہ جواب نقل کر دیا جائے۔

مصنّف جب ۱۲۲۷ھ میں سفر حج بیت اللہ کو گئے تو مکّۂ معظّمہ میں ایک کتاب فروش کی معرفت ان کی ملاقات سیّد احمد عارف حکمت استنبولی[۴] سے ہوئی (بعد میں ۱۲۳۴ ھ میں ایک اور ملاقات بھی ہوئی)۔ اس ملاقات کا احوال مصنّف ہی کی زبانی سنیے:

> (ترجمہ:) اس سفر میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ایک کتب فروش کے ذریعے خلاصۂ خاندان مصطفیٰ ... سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا اپنے نامِ مبارک اور تخلصِ عالی کے بارے میں کچھ فرمایئے۔ یہاں سے انہی کی عبارت شروع ہوتی ہے:
>
> ''میرا نام سیّد احمد عارف، حکمت تخلص، استنبول شہر میں ۲۷ محرم الحرام کی رات، ۱۲۰۱ھ کو پیدا ہوا۔ میرے والد سیّد ابراہیم عصمت استنبول کے رئیس العلماء اور نقیب السادات بنے اور بہت بڑے عالم تھے۔ دو بار سرکاری فوج کے قاضی بھی بنے۔ تین زبانوں [عربی، فارسی، ترکی] میں ان کا دیوان ہے۔ میرے دادا سیّد رائف اسمٰعیل پاشا ہیں، جن کا فارسی اور ترکی دیوان ہے۔ میرا ایک رسالۂ استغفاریہ **معید النعم و مبید النقم** کے نام سے ہے۔ ایک اور کتاب **مجموعة التراجم** کے نام سے مرتّب کی ہے، اس میں ان تمام علماء اور شعراء کے حالات عربی زبان میں لکھے ہیں جن سے سفر کے دوران میں ملاقات ہوئی۔''

اس کے بعد خادم عظیم آبادی نے اپنا ایک مصنوع فارسی قصیدہ شیخ عارف حکمت کی خدمت میں پیش کیا اور ان سے نقد انعام پایا۔ اگلی ملاقات پر خادم نے ایک غزل پیش کی۔ اس میں بھی کئی صنعتیں ملحوظ رکھی گئی تھیں۔ اس کے بعد خادم، مکہ سے جدّہ چلے گئے (۱۲۳۴ھ)۔ اتفاق سے شیخ عارف حکمت بھی وہاں آگئے۔ وہاں پھر ملاقاتیں ہوئیں۔ خادم نے اپنی مدحیہ غزلیں ان کی خدمت میں پیش کیں۔

در مدح عارف حکمت بصنعت توشیح ''احمد عارف''

ای آمدنت باعث آبادی ما
حکم تو شدہ زمزمۂ شادی ما
ما را چہ بوَد کہ تا نثارت سازم
دام تو بوَد باعث آزادی ما

عالم کہ بہ مدح تو کتابی گفتند
آنست مدام ذکر اورادی ما
رحمان ترا مدام شادان دارد
فضل تو دوام باد دلشادی ما

اس کے جواب میں عارف حکمت نے بھی اپنی ایک مثنوی اور چند اشعار خادم کو مرحمت کیے تا کہ سیرالبلاد خادم میں یادگار کے طور پر درج ہوسکیں۔ مثنوی کا مطلع یہ ہے:

زہی آیینۂ اسکندر راز
کزو حیرت نشانہ رہبر راز

غزل کا مقطع یہ ہے:

زبس بیم تعلق داشت روحانیتم حکمت
نگہ بر چیدہ دامن می رود از خار مژگانم

ایک اور غزل:

ہر سخت ہوس ہنر ندارد
ہر سنگ بدل گوہر ندارد
جز باد فراق آشنایی
قاصد خبر دگر ندارد
زاہد دل تو نہ جای عشق است
ہر سنگ سیہ گہر ندارد
آمادۂ منزل فنا باش
این رہ خبر سفر ندارد
غلطیدہ چو گوہر است حکمت
در راہ تو پا و سر ندارد

رباعی

اندیشہ بقید وہم یکسر اینجا
جہل عرفا زعلم بہتر اینجا

عرفانہ مشناس قیل و قال وہمی
معنی دگر است و فہم دیگر اینجا

بعد میں خادم جب جدّہ سے مکہ روانہ ہونے لگے تو شیخ عارف حکمت نے ارشاد فرمایا کہ سیرالبلاد خادم کی ایک نقل انھیں بھی عنایت کی جائے۔ اس پر مصنّف نے کہا کہ ابھی مسودہ صاف کر کے نہیں لکھا گیا اور اس کا دیباچہ بھی تحریر نہیں ہوا۔ چونکہ یہ سفرنامہ عظیم آباد کے امیر ابن امیر، نواب عباس قلی خان بہادر نصرت جنگ، جومصنّف کے شریکِ سفر تھے، کی فرمائش پر لکھا جا رہا تھا، اس لیے مصنّف چاہتے تھے کہ ہندوستان پہنچ کر پہلے نسخہ انہیں پیش کیا جائے۔ اگر نواب صاحب نے پسند کیا اور ایفائے عہد کیا (شاید مصنّف کو ان سے کسی صلے کی توقع تھی) تو وہ کتاب کا خطبہ نواب صاحب کے نام موشّح کر کے، اپنی کتاب کا اجرا کر دیں گے۔ بصورت دیگر، کتاب کا خطبہ دوستوں اور آشناؤں کے نام موشّح ہوگا اور کتاب ملاحظہ کے لیے انھی دوستوں کو پیش کریں گے۔ شیخ عارف حکمت نے کہا کہ انھیں بغیر خطبہ کے ہی نقل دے دی جائے۔ مصنّف نے عذر پیش کیا کہ یہ مشکل کام ہے، چوں کہ کتاب بڑی ہے، لہٰذا جدّہ میں قیام کے دوران اس کا نقل ہونا محال ہے۔ شاید مکہ سے وہ ایک نقل ارسال کر سکیں۔ شیخ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ مصنّف نے کہا کہ اس کے لیے کاغذ عنایت فرما دیں، اس شرط پر کہ مکہ پہنچنے اور وہاں قیام تک اگر نقل کا اہتمام ہو گیا تو وہ کتابت کی اجرت لیں گے، وگرنہ، یہ کاغذ ان کے لیے مباح ہو گا۔ شیخ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ کتابت کی اجرت کی ادائیگی حاجی الحرمین آقا محمد شریف کے سپرد ہوئی اور کاغذ کے دستے مصنّف کے حوالے کیے گئے۔ مصنّف نے مکہ میں اس کی نقل تیار کر لی اور شیخ کی خدمت میں روانہ کر کے کتابت کی اجرت وصول کی۔ مصنّف نے شیخ عارف حکمت سے یہ وعدہ بھی کیا کہ مکہ سے روانگی کے بعد اگر مزید قابل ذکر واقعات پیش آئے تو وہ بھی کتابت کر کے شیخ کی خدمت میں بھیج دیے جائیں گے۔

اس طرح سیرالبلاد خادم کا نسخہ، شیخ عارف حکمت کی تحویل میں آیا جو آج بھی ان کے ذخیرۂ کتب میں بڑی اچھی حالت میں موجود ہے۔

مصنّف کے حالات

سیرالبلاد خادم کی اندرونی شہادتوں سے مصنّف کے جو حالات اخذ ہوئے ہیں، اس کے مطابق ان کا نام، سیّد امام بخش اور تخلص خادم ہے۔ عظیم آباد [پٹنہ]، ہندوستان کے رہنے والے تھے۔ تقریباً ۱۱۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ مذہباً جعفری تھے۔ خود کو ''خادمِ آل عبا'' کہتے تھے متعصّب ہرگز نہیں تھے۔

ان کی فارسی گوئی مسلّم ہے اور اسی کتاب میں ان کے قطعات، غزلیات اور قصائد موجود ہیں۔ عظیم آباد کے نواب عباس قلی خان بہادر نصرت جنگ سے وابستہ تھے۔ حجاز میں یہ نواب صاحب بھی مصنّف کے ہم سفر تھے۔ بظاہر مصنّف تنگ دست تھے۔ ایران کے سفر کے دوران انھوں نے وہاں کے امراء اور صاحب حکومت لوگوں کو خط لکھ کر اور ملاقات کر کے ان سے مالی امداد بطور زاد راہ مانگی۔ اپنے ممدوح نواب سے بھی انھیں یہی توقع تھی کہ سیرالبلاد لکھنے کے بدلے انھیں صلہ دیں گے۔ شیخ عارف حکمت کے لیے سیرالبلاد کا جو نسخہ نقل کیا، اس کی بھی مصنّف نے اجرت وصول کی۔

خادم عظیم آبادی نے عرب و عجم کے تین سفر کیے؛ پہلا ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء میں، دوسرا ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء میں اور تیسرا ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۹ء میں۔ ان تینوں اسفار کا حال انھوں نے سیرالبلادخادم کی تین جلدوں میں لکھا ہے۔ میں نے کتب خانۂ شیخ عارف حکمت، مدینہ منوّرہ میں بیٹھ کر، دستیاب وقت میں، ان تینوں جلدوں سے جو مختصر یادداشتیں لی تھیں، انھیں یہاں پیش کر رہا ہوں۔ اس ضخیم سفرنامہ کے دل چسپ مندرجات کے پیش نظر یہ ایک تشنہ مضمون ہے، لیکن یہی کیا کم ہے کہ اہل برّصغیر اپنے ایک ہم وطن کی ایک فراموش شدہ کتاب سے غالباً پہلی بار متعارف ہو رہے ہیں۔

جلد اوّل، مدّت سفر: ۱۲۲۷-۲۲ شوال ۱۲۲۸ھ

دیباچہ،

باب اوّل میں سمندر کے سفر کا احوال ہے، یہ چند فصول اور ایک مقدمہ اور خاتمہ پر مبنی ہے۔

-فصل اوّل: عظیم آباد سے کلکتہ تک بذریعہ کشتی سفر کا احوال ہے۔

-فصل دوم: کلکتہ سے مسقط تک بحری جہاز کا سفر، اس میں چار ''مقدمہ'' ہیں:

مقدمۂ اوّل: جہاز کی سواری؛ مصنّف ''فیض عالم'' نامی جہاز پر سوار ہوئے، دیگر کشتیوں اور جہازوں کے نام بھی لکھے ہیں جو دریاے شور میں چلتے تھے۔ مصنّف اپنے جہاز اور ہمسفروں سے خوش نہ تھے اور جہاز اور ہمسفروں کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کیا۔

مقدمۂ دوم: دریائے شور کی مذمّت؛

مقدمۂ سوم: جہاز کی روانگی اور راستے میں آنے والے مقامات کی تفصیل؛

مقدمۂ چہارم: مسقط شہر کے حالات؛

-فصل سوم: مسقط سے بوشہر تک سفر، راستے کے حالات اور بوشہر بندرگاہ کے حالات؛

باب دوم:

-فصل اوّل: بوشہر سے ایران کے اندر خشکی کا سفر؛ بوشہر سے شیراز تک (مصنّف ۹ جمادی الاوّل ۱۲۲۷ھ کو شیراز میں داخل ہوئے)، شیراز کے حالات، شیخ سعدی کے مقبرہ کی یہ تفصیل دی ہے:

" از باغ دل گشا به فاصلۀ یک کروه یا کم ،مقبرۀ شیخ سعدی رحمه الله علیه است،آن نیز بی مرمّت است.مکانی دارد.بر پشت مقبره حوضی است که "ماهی "نام دارد... وقبرموصوف از سنگ است در دالانی،و هر چهار طرفِ قبر، از سنگ دیواری است به قدر یک دست بلند از قبر متوصل است و آن دیوار را از آیۀ شریف وسورای [کذا:سوره ها/شعرها] وغیره کنده کرده اند و آن جا بجا شکسته است،بنا بر[آن]کتابۀ مزارشان کتابت نگردیده و حدّ این در ده بُرج و دو گوشه دارد..."

ترجمہ: باغ دلگشا سے ایک کروہ یا کم کے فاصلے پر شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ کا مقبرہ ہے اور وہ بھی بے مرمّت۔ یہ ایک عمارت ہے۔ اس کی پشت پر "ماہی" نامی ایک حوض ہے... موصوف کی قبر ایک دالان میں پتھر سے بنی ہے۔ قبر کے چاروں طرف پتھر کی دیوار ہے جو قبر سے متصل، ایک ہاتھ بلند ہے۔ اس دیوار پر قرآنی آیات اور سورتیں [یا اشعار] کندہ کیے گئے ہیں۔ یہ بھی جگہ جگہ سے ٹوٹی پھوٹی ہے۔ اسی وجہ سے شیخ کے مزار کا کتبہ نقل نہیں ہو سکا۔ اس کے دس برج اور دو گوشے ہیں۔

مصنّف، حافظ شیرازی کے مزار "حافظیہ" بھی گئے اور وہاں کی پوری تفصیل مع ان اشعار کے دی ہے جو قبر پر کندہ ہیں۔

-فصل دوم: یزد کے راستے اور یزد شہر کے حالات، مصنّف ۶ شعبان ۱۲۲۷ھ کو یزد میں داخل ہوئے۔

-فصل سوم: مشہد مقدس کے راستے اور مشہد شہر کے حالات؛

-فصل چہارم: مشہد سے طہران [موجودہ املاء: تہران] کا سفر، راستے کی منزلیں اور طہران کے حالات۔

اس ضمن میں مصنّف نے وہاں کے علماء، فضلاء، شعراء، حفّاظ، نجومیوں، قاریوں، رمّالوں اور جفّاروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سب صاحبان، خوب ہیں۔ ایک فاضل، جو مجتہد بھی ہیں، ان کا نام شیخ محمد حسن ہے اور شاہی مسجد کے امام ہیں۔ فتح علی خان [صبا تخلص، وفات ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء]، ملک الشعراء ہیں۔ میرزا موسیٰ، منجّم ہیں۔ یہ تینوں حضرات اپنے اپنے علم میں خوب ہیں۔ مصنف، فتح علی شاہ قاجار کے دربار سے وابستہ ان تینوں حضرات سے ملے اور استفادہ کیا۔ مصنّف کا کہنا ہے کہ اس شہر کے طبیب تجربہ کار نہیں ہیں۔ شفاخانے میں مریضوں کا ہجوم رہتا ہے۔ مہینہ بھر جو مصنّف وہاں رہے تو انھیں مریضوں کو آرام ملنے کی صورت کم ہی نظر آئی۔ مصنّف ایک اجنبی کی طرح شفاخانے میں جاتے اور طبیب سے ملاقات یا تعارف کیے بغیر چپکے سے مریضوں کے حالات دیکھتے۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ مصنّف خود طبیب ہوں گے جو اس قدر دل چسپی سے شفاخانے کا معاینہ کیا۔ مصنّف کی رمّالوں اور جفّاروں سے ملاقات نہیں ہوسکی، البتہ تہران کے عمائدین کے نام انھوں نے جو خطوط روانہ کیے، ان کی ایک نقل اس سفرنامے میں بھی درج کی ہے۔ عمائدین کے اسما یہ ہیں:

نوروز خان، ایشیک آقاسی باشی

میرزا محمد صادق، وقایع نویس

میرزا یوسف، مستوفی

میرزا یوسف، منجّم

میرزا موسیٰ، وزیر شاہزادہ جو تہران کے فرمان روا ہیں۔

میرزا عبدالعلی نواب یزد

امیرالامرا حاجی محمد حسین خان مروی (ان کے نام دو خطوط ہیں)۔

میرزا عبدالوہاب عمدۃ الدولہ

حاجی محمد حسین خان امین الدولہ اصفہانی

وزیر اعظم ممالک عجم

سلطان فتح علی شاہ قاجار

ان ایرانی امراکے نام خطوط میں مصنّف نے ہر ایک سے مالی مدد مانگی ہے اور زاد راہ کی

درخواست کی ہے۔ ہر مکتوب کے شروع میں اس امیر کی خصوصیات اور عادات بھی لکھی ہیں۔ مثلاً مکتوب نہم کے مکتوب الیہ میرزا عبدالوہاب عمدۃ الدولہ کے بارے میں لکھا ہے:

(ترجمہ): صاحبِ لیاقت، اہل فضیلت، شاعر اور نثرنگار ہیں اور بہت پسندیدہ صفات کے مالک ہیں۔ صبح جب گھر سے نکلتے ہیں تو ایک پہر یا اس سے زیادہ، درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ جس دن میں ان سے ملاقات کے لیے گیا تو ان دنوں وہ لُغت کی کتابوں صحاح، قاموس اور صراح وغیرہ کی تصحیح میں مصروف تھے۔ بہت سے اہلِ غرض ان کی خدمت میں حاضر تھے۔ سخنِ شیرین کے علاوہ ان کا گوش ہوش نیوش کچھ نہیں سنتا تھا۔ میں نے دو تین مرتبہ رخصت طلب کی تو سوائے ''ہاں'' اور ''اچھا'' کے کچھ نہ کہا۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اس سردار کے گھر پر کچھ موجود نہیں ہے۔ جو مال ایک ہاتھ آتا ہے، دوسرے ہاتھ چلا جاتاہے۔ اگرچہ بظاہر بہت آراستہ و پیراستہ تھے، لیکن باطن خالی اور تُہی تھا یا شاید اپنے ملک کی عادت میں گرفتار تھے! واللہ اعلم۔ مجھے ان کے دولت کدہ پر سوائے قلیان (حقّہ) کے کچھ میسر نہ آیا، بلکہ پانی کا ایک گھونٹ تک نہ پیا۔

-فصل پنجم: طہران سے قم کا راستہ اور قم کے حالات (مصنّف ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۲۷ھ کو تہران سے چلے تھے)۔

-فصل ششم: قم سے کرمان شاہان [کذا: کرمان شاہ] کی منازل اور کرمان شاہان کے حالات (مصنّف ۶ ذی الحجّہ ۱۲۲۷ھ کو قم سے چلے تھے)۔ اس ضمن میں مصنّف نے اپنے ایک ہمسفر میرزا جعفر علی فصیح لکھنوی کا ذکر کیا ہے جو محبّان اہلبیت سے تھے، فارسی، ریختہ اور ہندی میں خوب شعر کہتے تھے جس سے صاحب ذوق لوگوں کو بہت حظّ اور کیفیت حاصل ہوتی۔ انہوں نے بالخصوص سردی اور برف کی وجہ سے جو دقت ہوئی، اس کو سامنے رکھتے ہوئے ایران کے سفر کی شکایت پر مبنی ایک اردو مثنوی لکھی جس کا مطلع یہ ہے:

ہے سفر خوب ملکِ ایراں کا
لیک موسم نہ ہو زمستاں کا

-فصل ہفتم: بغداد شریف کے راستے کے احوال اور خود بغداد کا حال، مصنّف نے بعض مقبروں کا ذکر کیا ہے جو شیعہ، سنّی فرقہ کے پیروکاروں کے لیے یکساں متبرک مقامات ہیں اور وہ ان کا طواف کرتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف شیعہ طواف کر رہے ہوتے ہیں تو سنّی آگے نہیں جاتے اور

اکثر جگہ یوں ہے کہ سنّی زیارت کرتے ہیں اور شیعہ پیچھے رہتے ہیں۔ مصنّف نے دونوں صورت حال میں ان مقامات کی سیر کر لی (یاد رہے کہ وہ شیعہ مذہب ہیں)۔ ان کا کہنا ہے کہ بغداد دونوں فرقوں کے ماننے والوں کی زیارت گاہ ہے اور دونوں فرقوں کے طالب اپنے مطلوب کو یہاں پاتے ہیں اور اپنے اپنے حوصلے کے مطابق بہرہ مند ہوتے ہیں۔

۔فصل ہشتم: پرانے بغداد کے حالات؛ مصنّف نے بغداد کی عورتوں اور مردوں کے لباس کے بارے میں یہ معلومات بہم پہنچائی ہیں:

> (ترجمہ): وہاں کی عورتیں سر پر کسی بھی رنگ کا رومال، بدن پر دوکرتہ یا سہ کرتہ، زیر جامہ اور پاؤں میں موزے پہنتی ہیں۔ رخساروں پر مقنعہ اوڑھتی ہیں خواہ کسی رنگ اور کپڑے کا ہو۔ اس کے اوپر ایک چادر، سر تا پا، اور بس۔ عام عرب مردوں کا لباس یہ ہے کہ سر پر رومال یا لیکی؟، یا چادر باندھتے ہیں اور بدن پر دو کرتہ جو پنڈلی تک چلا جاتا ہے۔ اس کے اوپر عبا اور زیرجامہ نہیں پہنتے۔ جوتا پہننے کی قید بھی نہیں ہے۔
>
> عرب عورتیں اپنا حسن بڑھانے کے لیے اپنے تمام اعضا پر سیاہ اور نیلے نقوش کھدواتی ہیں۔ مسیِ لب کی بجاے اپنے ہونٹوں پر نیلے خال ڈلواتی ہیں تا کہ حسن پیدا ہو۔ حالانکہ [ہمارے خیال میں] وہ بدصورت ہو جاتی ہیں، لیکن عرب مردوں کی نظروں میں جچتی ہیں۔ اگر خال کھدوانے سے بدنما ہوتیں تو ہرگز یہ عمل نہ کرتیں۔ عورتوں کے زیورات بھی خوبصورت نہیں ہیں۔
>
> یہودیوں کا لکھنا اور بولنا عربی اور فارسی زبان میں بالکل عربوں جیساہے۔ بلکہ اگر یہ لوگ [یہودی] ہندوستان چلے جائیں تو وہاں کے مسلمانوں کو اپنی عربی اور فارسی دانی سے فریب میں مبتلا کر دیں۔

۔فصل نہم: قدیم بغداد سے کاظمین کا راستہ اور کاظمین کے حالات (۱۲۲۸ھ میں)؛

۔فصل دہم: کاظمین سے کربلاے معلّٰی کا راستہ اور کربلا کا بیان؛

۔فصل یازدہم: کربلا سے نجف اشرف جانے اور دوبارہ کربلا واپس آنے کی روداد؛

۔فصل دوازدہم: کاظمین سے سرمن رای کا سفر؛

۔فصل سیزدہم: بصرہ کے راستے ہندوستان واپسی کا سفر، اس میں بصرہ سے کاظمین تک راستے

اور خود بصرہ کے حالات درج ہوئے ہیں۔

۔فصل چہاردہم: بصرہ سے مسقط کے لیے روانگی۔ مصنّف ۲۲ شوال ۱۲۲۸ھ کو بندر کلکتہ پہنچ جاتے ہیں۔

پہلی جلد یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا ترقیمہ یوں ہے:

''بہ اتمام رسید جلد اوّل سیر البلاد خادم بعون الٰہی من تصنیف خادم، بہ خط خادم کہ موسوم بہ سیّد امام بخش عظیم آبادی مِن بلاد ہند است، بہ موجب ارشاد... **احمد عارف الحسینی** متخلص بہ حکمت، رئیس خاص بلدۂ اسلامبول... تحریر یافت بہ کمال استعجال، در سفر دریاے شور کہ از حج سعادت حصول نمودہ، از سمت مخہ بہ ہند می رفت، این رسالہ را کتابت نمودہ لیکن از باعث تنہایی و سبب نوشتن دیگر جلدہا کہ فرمایش سیّد موصوف بود، مقابلہ نگردید و بہ صحت نرسید... دہم ربیع الثانی ۱۲۳۵۔''

<u>جلد دوم، مدّت سفر ۳ ذوالحجہ ۱۲۲۹ھ–۱۷ شوال ۱۲۳۱ھ:</u>

مصنّف لکھتے ہیں کہ انھیں دوبارہ انبیا اور ہفت معصوم کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی دریاے شور کے راستے جس کا ذکر پہلی جلد میں ہوچکا ہے، وہ سفر پر روانہ ہوئے۔

''درین رسالہ آنچہ تازہ روی داد و واقع گردید و معاینہ نمودہ و تجربہ کردہ، از آن آگاہ سازد۔''

یعنی اس دفتر میں صرف وہی کچھ لکھا ہے جو تازہ واقعات، مشاہدات اور تجربات ہیں، پرانی معلومات کو نہیں دہرایا۔ یہ سفر ۳ ذوالحجہ ۱۲۲۹ھ کو عظیم آباد سے شروع ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

مقدمۂ اوّل، پانی کا سفر:

۔فصل اوّل: عظیم آباد سے روانگی (۳ ذوالحجہ ۱۲۲۹ھ)

۔فصل دوم: کلکتہ سے مسقط تک؛

مصنّف ۱۷ رمضان ۱۲۳۰ھ کو قدیم بغداد پہنچے اور ۱۳ شوال تک شیخ علی بخش ہندی کے مکان پر قیام کیا۔ مصنّف نے اس وقت اپنی عمر ۵۳ سال لکھی ہے۔ اس حساب سے وہ ۱۱۷۷ھ/ ۶۴-۱۷۶۳ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے ہوں گے۔

مقدمۂ دوم، خشکی کا سفر:

۔فصل اوّل: بغداد کے حالات؛

۔فصل دوم: پرانے بغداد سے کاظمین؛

۔فصل سوم: کاظمین سے کربلا تک؛

۔فصل چہارم: کربلا سے نجف اشرف تک؛

۔فصل پنجم: نجف سے کوفہ تک؛

۔فصل ششم: کاظمین سے سرمن رای تک؛

۔فصل ہفتم: بصرہ کی طرف روانگی، مصنّف ۱۲جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ کو بصرہ پہنچے۔

مقدمۂ سوم: دریاے شور کے راستے ہندوستان کی طرف واپسی:

۔فصل اوّل: ملک عرب سے ملک ہند روانگی؛

۔فصل دوم: بوشہر سے کنکون تک؛

۔فصل سوم: کنکون سے جسم تک؛

۔فصل چہارم: مسقط کی طرف روانگی؛

۔فصل پنجم: مسقط سے منبئی [مصنّف نے یہی تلفظ لکھا ہے] کا سفر؛ مصنّف ۱۷ شوال ۱۲۳۱ھ کو منبئی (بمبئی/ممبئی) پہنچے۔ وہاں کی حسب ذیل ۲۲ مساجد کا ذکر کیا ہے:

۱۔ مسجد جامع، نزد مزار اولیا شیخ مومن، جن کی زیارت مصنّف نے کی تھی۔

۲۔ مسجد بیر یعنی چاہ، درمحلّہ حافظ نظام الدین

۳۔ مسجد بہو سار دارہ؛ اس مسجد کے بانی روغن گر (تیلی) تھے۔

۴۔ مسجد حافظ عبدالسّلام، جہاں کے پیش نماز حافظ محمد اسماعیل، مؤذن محمد حسین اور مہتمم محمد یونس صوبہ دار تھے۔ یہ مسجد بھی مصنّف نے دیکھی تھی اور سات روز وہاں مقیم رہے۔

۵۔ مسجد بنگال پورہ

۶۔ مسجد سیّد عبدالرحمان

۷۔ مسجد مہمن پورہ

۸۔ مسجد محلّہ کَرت خرک

۹۔ مسجد محلّہ دوتار، جو محلّہ دو درختِ تار میں ہے۔

۱۰۔ مسجد محلّہ ڈھونڈ پوری یعنی سنگ براس؟

۱۱۔ مسجد نزد درگاہ حسام الدین

۱۲۔ مسجد بنگالہ پورہ بالاے دونکر

۱۳۔ مسجد سات تار، جو پہلے جامع ہوا کرتی تھی۔

۱۴۔ مسجد مانی، محلّہ سات تار یعنی ہفت درختِ تار میں ہے۔

۱۵۔ مسجد قاضی صاحب

۱۶۔ مسجد در بازار صدر

۱۷۔ مسجد نواب صاحب

۱۸۔ مسجد جابلی محلّہ

۱۹۔ مسجد ٹیمکر (با تاے ہندی مکسورہ و یاے مجھول و میم ساکن و کاف تازی مفتوح و راے مہملہ ساکن)

۲۰۔ مسجد قصای پورہ

۲۱۔ مسجد محلّہ کھانڈی

۲۲۔ مسجد اندری

۔فصل ششم: منبئی سے کلکتہ تک سفر۔

یہ جلد یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا خاتمہ اور ترقیمہ اس طرح ہے:

خاتمۂ جلد دوم سیرالبلاد خادم بحمد و نعت گردید الحمد للہ... بہ تاریخ بیست و دوم ربیع الثانی ۱۲۳۵، یک ہزار و دو صد و سی و پنج ہجری در سفر دریای شور، در بندر حدید، بہ خط سیّد امام

بخش عظیم آبادی، مؤلف و مصنّف.. این رسالہ را بہ سرعت، بر سواری کشتی، بہ کمال بی حواسی نوشتہ است و از باعث تنہایی صحیح و سالم مقابلہ ہم نشد۔ **العفو عند کریم الناس مامول۔**''

جلد دوم کی ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

''سپاس بے قیاس خلاّقی را سزاست کہ این بندۂ فانی را از کتم عدم بہ ظہور آوردہ۔''

<u>جلد سوم، مدّت سفر ۶ ربیع الثانی ۱۲۳۴ -۱۲۳۵ھ:</u>

یہ سفرِ حج کی روداد ہے جو کلکتہ سے مکّہ اور مدینہ تک خشکی اور پانی کے راستے طے ہوا۔ مصنّف ۶ ربیع الثانی ۱۲۳۴ ھ کو کلکتہ سے نکلے۔ یہ جلد دو ابواب پر مشتمل ہے:

باب اوّل: دریاے شور کا سفر،

-فصل اوّل: از کلکتہ تا الفئ [الپئ]؛

-فصل دوم: از الفئ تا کالی کوٹ؛

-فصل سوم: از کالی کوٹ تا جزیرۂ امین؛

-فصل چہارم: از جزیرۂ امین تا مخہ؛

-فصل پنجم: مخہ تا جدّہ

باب دوم:

-فصل اول: خشکی کے راستے کی منازل، جدّہ سے مدینہ تک؛ مصنّف ۱۴ شعبان ۱۲۳۴ھ کو جدّہ سے روانہ ہوئے۔

-فصل دوم: از جدّہ تا مکّہ اور مکّہ مکرمہ کے مقامات مقدسہ؛ مصنّف نے آنحضرتؐ کے مولد مبارک کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ عبداللہ و عبدالمطلب و عبد مناف کا گھر تھا۔ لوگ اس مکانِ شریف کی زیارت کرتے ہیں۔ یہ نہایت آراستہ اور شان و شوکت والاہے۔ زائرین آنحضرتؐ کے مولد کو مَس کرتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں۔ نماز زیارت اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ مصنّف نے بھی حسب دستور یہ سب کام کیے۔

اسی فصل کے خاتمہ پر مصنّف نے شیخ عارف حکمت سے اپنی ملاقات کا احوال

''حقیر در مکّہ معظّمہ یکی از نادرات در مُلک عرب و عجم دیدہ'' لکھ کر کیا ہے۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

جلد سوم کی ابتدا اس عبارت سے ہوئی ہے:

> ''الحمد للہ کل نعمایہ کہ رشتۂ حیات در گردنم انداختہ و رزق گونا گون مقرر ساختہ... این جلد سوم از سیرالبلاد خادم، در احوال سیاحت منِ خادم آل عبا است۔''

مصنّف نے اپنے سفر کی کیفیت کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے کہ وہ دس سالوں سے مقدّس مقامات کی زیارت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کا شیوہ مدح گوئی رہا ہے قدح گوئی نہیں۔ جن ممالک میں گئے وہاں کے رؤسا کے ساتھ مدح گوئی کے ذریعے سلام و کلام ہوا۔ یہ سب لوگ، عالی قدر اور والا مناقب تھے۔ بہت سے عالم، فاضل، شاعر، نثرنگار اور اہل حکومت تھے لیکن ان سب صاحبان سے سوائے '' خوش آمدی''، ''صفا آمدی'' اور ''دماغ شما چاق است'' جیسے جملے سننے اور ایک دو گھڑی حقّے کے کش لگانے یا قہوہ کے دو گھونٹ پینے یا ان کے کھانے کے وقت چند لقمے لینے کے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔

مصنّف نے تینوں جلدوں میں یہ اہتمام کیا ہے کہ اس نے جو مزارات، مساجد، بقعے دیکھے، ان کے کتبات بھی نقل کیے ہیں۔ مقدّس مقامات کی زیارت کے موقع پر خود مصنّف نے اپنی طرف سے فارسی قطعات تاریخ کہہ کر کتاب میں شامل کیے ہیں۔ مصنّف نے بحری جہاز کے سفر کو بہتر بنانے اور خانۂ کعبہ میں زائرین کو مزید سہولتیں دینے کے لیے بہت سی تجاویز بھی دی ہیں۔

خلاصۂ مضمون

یہ سفر نامہ تیرہویں صدی ہجری / انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں موجودہ سعودی عرب، عراق اور ایران تک راستوں کی کیفیت، ان ممالک کے چھوٹے بڑے شہروں، قصبوں کی حالت، وہاں کے لوگوں کے رہن سہن، برتاؤ، معروف مقامات (بطور خاص مقامات مقدسہ) پر جغرافیائی معلومات اور دل چسپ مشاہدات کے بیان سے لبریز ہے۔ اس کا مصنّف ایک غیر متعصب ہندوستانی شیعہ ہے جو فارسی کا شاعر اور مصنّف بھی ہے۔ سفر کے دوران اس کا تاریخی شعور بیدار ہے۔ اس اہم سفرنامہ کا واحد معلومہ نسخہ وہی ہے جو خود مصنّف نے نقل کر کے شیخ عارف حکمت کو دیا تھا اور اب انھی کے کتب خانہ، واقع مدینہ منوّرہ میں محفوظ ہے۔ سیرالبلاد خادم کا وہ نسخہ جو مصنّف اپنے وطن عظیم آباد

(پٹنہ) پہنچ کر اپنے ممدوح اور مربّی نواب عباس قلی خان بہادر نصرت جنگ کو پیش کرنا چاہتے تھے، ضرور عظیم آباد میں نواب مذکور یا مصنّف کے اخلاف کے پاس ہونا چاہیے، لیکن راقم السطور کو اس کے کسی دوسرے نسخہ کا علم نہیں ہے۔ یہ سفرنامہ اس لائق ہے کہ اسے مرتّب کر کے شائع کیا جائے یا کم از کم اس کی عکسی نقل لے کر برّصغیر کے کتب خانوں میں محفوظ کی جائے۔ میری نظر میں یہ خدمت عظیم آباد (پٹنہ) اور جنوبی ایشیا میں مخطوطات کی میراث کے سب سے بڑے محافظ-خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری-کو انجام دینی چاہیے۔

حواشی

۱۔ دیکھیے: عارف نوشاہی، ''مخطوطات مدینۂ منوّرہ: برّصغیر کے مصنّفین کی تصانیف اور فارسی کے چند منتخب مخطوطات کا اجمالی تذکرہ''، فکرونظر، اسلام آباد، جلد ۴۳، شمارہ ۳، ذوالحجہ۱۴۲۶-صفر۱۴۲۷ھ / جنوری-مارچ۲۰۰۶ء، ص۸۳-۱۲۲، اس میں عربی اور فارسی کے ۴۴ نادر نسخوں کا تعارف دیا گیا ہے۔ بعض نادر نسخوں کے اوراق کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

۲۔ مکتبۂ ملک عبد العزیز کی زمینی منزل سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پہلی منزل پر بائیں ہاتھ پر مکتبۂ عارف حکمت واقع ہے۔ یہ اپنے بانی سیّد احمد عارف حکمت سے منسوب ہے۔ ۱۲۷۰ھ میں قائم ہوا۔ پہلے یہ ایک ذاتی کتب خانہ تھا۔ اب سرکاری کتب خانہ ''مکتبۂ ملک عبد العزیز'' کا حصّہ بن چکا ہے۔

۳۔ راقم السطور نے اس سلسلے میں فارسی مخطوطات سے متعلق اسٹوری، مارشل اور منزوی کے مرتّبہ معروف کتابیاتی جائزوں کو دیکھا ہے۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی اس کتاب کا ذکر نہیں ہوا۔

۴۔ سیّد احمد عارف حکمت بن ابراہیم بن عصمت بن اسماعیل رائف پاشا حسینی کا اصل وطن ترکی تھا۔ وہیں ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ قدس شریف، مصر اور مدینۂ منوّرہ کی قضا پر مامور رہے۔ ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء میں آستانہ کے مقام پر وہاں کے شیخ الاسلام مقرر ہوئے اور ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ وہیں ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں انتقال کیا۔ ان کی تصانیف سے **الاحکام المرعیة فی الاراضی الامیریة** (عربی)، تکملۂ کشف الظنون اور عربی، فارسی و ترکی اشعار کا دیوان (مطبوعہ) موجود ہیں۔ ان کے حالات اسماعیل پاشا بغدادی کی **ھدیة العارفین** [طبع بیروت، بلا تاریخ (طبع استنبول ۱۹۵۱ء کا عکس)، ج ۱، ص۱۸۸ بذیل ''احمد عارف حکمت''] اور زرکلی کی **الاعلام** (طبع بیروت، ۱۹۹۰ء، ج۱، ص۱۴۱، بذیل ''احمد عارف حکمت''، متن میں سال ولادت ۱۲۰۰ھ اور حاشیے میں ۱۲۰۱ھ دیا ہے) میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ زرکلی نے ان کے حالات پر محمود شہاب الدین آلوسی (۱۲۱۷-۱۲۷۰ھ) کی کتاب **شھیّ النغم فی ترجمة عارف الحکم** (قلمی) کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کے اس نام میں شیخ کا نام ''عارف حکم'' لکھا ہے حالاں کہ وہ خود اپنا نام تاء مبسوطہ کے ساتھ ''عارف حکمت'' لکھتے تھے۔ زرکلی کا کہنا ہے کہ انھوں نے مدینہ منوّرہ میں شیخ کی وقف کردہ کتابوں پر ثبت مہر میں ان کا نام ''احمد عارف حکمة اللہ'' دیکھا ہے۔ شیخ عارف حکمت کو کتب جمع کرنے کا جو شوق تھا، اس کا اندازہ ایک اسی مثال سے لگایا جاسکتاہے کہ انھوں نے ایک ہندوستانی زائر سے اس کی تصنیف کی نقل خود کاغذ فراہم کر کے اور

کتابت کی اجرت ادا کر کے ایسے حالات میں حاصل کی جب ابھی اس کا دیباچہ نہیں لکھا گیا تھا، لیکن وہ اسے ہر قیمت پر اپنے ذخیرہ کے لیے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ شیخ عارف حکمت کو سفرناموں سے خاص دل چسپی تھی۔ میں نے ان کے ذخیرہ میں محمد خلیل بن محمد غفران اللہ احمدی فاروقی سرہندی پشاوری کا سیاحت نامہ بھی دیکھا ہے جو شیخ عارف حکمت کی فرمائش پر لکھا گیا۔ اس کی تفصیل میرے مخطوطات مدینہ والے مقالہ میں آئی ہے۔

☆☆☆☆☆